

سلسلہ
اصلاح
عقائد
و
اعمال

شِرک کیا ہے
اور مُشرِک کون؟

تالیف و ترتیب

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ





قرآن لرننگ اینڈ ریسرچ فاؤنڈیشن

منہج سلف صالحین

پر مشتمل آن لائن مکتب

حافظ بابانگر، حیدرآباد، الھند۔

www.qlrf.net

3

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلسلہ اصلاح عقائد و اعمال



۳

شرک کیا ہے اور مشرک کون؟

ترتیب وتالیف

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

دارالسلام
پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
الرّیاض ہیوسٹن لاہور



دارُالسّلام
کتاب و سُنّت کی اشاعت کا عالمی اِدارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاھور
لندن • ھیوسٹن • نیو یارك

ھیڈ آفس

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب
فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659
E-mail: darussalam@awalnet.net.sa

پاکستان

❶ 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ شاپ، لاہور
فون: 0092 42 7240024-7232400-7111023-7110081
فیکس: 7354072 **E-mail:** darussalampk@hotmail.com
❷ غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703
❸ اُردو بازار گوجرانوالا فون: 741613-431-0092 فیکس: 741614

فہرست

شرک کیا ہے اور مشرک کون؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدِ ٱفْتَرَىٰٓ إِثْمًا عَظِيمًا ﴿٤٨﴾ ﴾ (النساء٤/ ٤٨)

"بے شک اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائے گا' اس کے علاوہ جو گناہ ہوں گے' تو وہ جس کے لئے چاہے گا' معاف فرما دے گا اور جو اللہ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کرتا ہے تو یقیناً اس نے ایک بہت بڑا گناہ (بہتان) باندھا۔"

ایک دوسرے مقام پر اللہ نے فرمایا:

﴿ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٧٢﴾ ﴾ (المائدة٥/ ٧٢)

"بلا شبہ جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے' تو یقیناً اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے'

اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں (مشرکوں) کے لئے کوئی مددگار نہیں ہوگا۔"
اس قسم کی متعدد آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی مذمت کی ہے' اسے ظلم عظیم قرار دیا ہے اور اسکی وجہ سے تمام اعمال کے باطل ہونے کی خبر دی ہے۔ شرک کی اتنی مذمت کیوں کی گئی ہے؟ اسلئے کہ یہ ناقابل معافی جرم ہے' اگر ایک مشرک نے دنیا میں ہی شرک سے توبہ نہ کی اور توحید کا راستہ نہ اپنایا اور شرک کرتے کرتے ہی فوت ہو گیا' تو اس کیلئے معافی کی کوئی صورت نہیں' اس کیلئے جہنم کی دائمی سزا ہے۔ جیسے کافر' اللہ کو نہ ماننے والا' ہمیشہ جہنم میں رہے گا' ایسے ہی اللہ کو ماننے کے باوجود شرک کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا' ان دونوں کو جہنم کے عذاب سے کبھی نجات نہیں ملے گی' یہی وجہ ہے کہ ہر نبی نے آکر اپنی قوم کو سب سے پہلے توحید ہی کا درس دیا اور اسے شرک سے روکا' جیسا کہ قرآن میں صراحت ہے۔

شرک کیا ہے؟

جب شرک کی سزا دائمی جہنم ہے اور تمام انبیاء نے ردِّ شرک ہی کو سب سے زیادہ اہمیت دی۔ تو ضروری ہے کہ ہم معلوم کریں کہ شرک کیا ہے؟

دو خالق اور دو معبودوں کا عقیدہ

شرک کی پہلی قسم

شرک کا ایک مطلب تو ہے' ذات کے اعتبار سے مختلف اللہ (معبود اور کائنات میں تصرف کرنے کا اختیار رکھنے والے) تسلیم کرنا۔

یعنی یہ عقیدہ رکھا جائے کہ کائنات کا خالق و مالک اور اس کا مدبر و منتظم ایک معبود نہیں ہے' بلکہ کئی معبود ہیں۔ جیسے مجوسیوں (آتش پرستوں) کا عقیدہ تھا اور ہے کہ کائنات میں خالق دو ہیں' ایک شر کا خالق' دوسرا خیر کا۔ ایک ظلمت کا خالق' دوسرا نور کا۔

اللہ تعالیٰ نے اس عقیدے کی نفی فرمائی اور فرمایا کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ہر چیز کا خالق صرف ایک ہی ہے اور مدبر و منتظم بھی صرف وہی ایک۔ کیونکہ اگر کائنات میں دو اللہ (معبود) ہوتے اور اس میں دونوں کا تصرف اور ارادہ کارفرما ہوتا' تو یہ نظام عالم اس طرح کبھی درست نہ رہتا جیسے وہ ہزاروں سال سے ہے۔ چاند سورج کا طلوع و غروب' رات اور دن کا آنا جانا' موسموں کا تغیر و تبدل' کبھی بہار' کبھی خزاں' سردی گرمی' سردیوں میں دنوں کا چھوٹا اور راتوں کا لمبا ہو جانا اور

گرمیوں میں اس کے برعکس دنوں کا لمبا اور راتوں کا چھوٹا ہو جانا۔ یہ نظامِ عالم ہزاروں سال سے یوں ہی قائم چلا آ رہا ہے' اس میں کبھی تبدیلی آئی ہے' نہ اس میں کوئی گڑ بڑ ہوئی ہے' نہ اس کے درمیان کبھی کوئی تصادم ہی ہوا ہے۔ یہ یکسانیت' استحکام اور ہر چیز کی اُستواری' اس بات کی دلیل ہے کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا بھی ایک ہے اور اس میں نظم و تصرف بھی اسی کا کارفرما ہے۔ نہ اس کی تخلیق میں کسی اور کی شرکت ہے نہ اس کی تدبیر و انتظام میں کسی اور کا حکم چلتا ہے۔ کیونکہ خالق اگر ایک کی بجائے دو یا اس سے زیادہ ہوتے تو یہ استحکام و اُستواری کبھی نہ ہوتی۔ قرآن نے اس کو یوں بیان فرمایا:

﴿لَوۡ كَانَ فِيهِمَآ ءَالِهَةٌ إِلَّا ٱللَّهُ لَفَسَدَتَاۚ﴾ (الأنبياء۲۱/ ۲۲)

"اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا کوئی اور بھی معبود ہوتے' تو آسمان و زمین کا یہ نظام خراب ہو جاتا۔"

یعنی اگر واقعی آسمان و زمین میں دو یا اس سے زیادہ معبود ہوتے' تو کائنات میں تصرف کرنے والی کئی ہستیاں ہوتیں' مختلف معبودوں کا ارادہ و شعور کارفرما ہوتا اور جب ایسا ہوتا یعنی کئی ہستیوں کا ارادہ اور فیصلہ کائنات میں چلتا' تو یہ نظمِ کائنات اس طرح قائم رہ ہی نہیں سکتا تھا جو

ابتدائے آفرینش سے بغیر کسی ادنیٰ توقف کے' قائم چلا آ رہا ہے۔ کیونکہ ان کا ارادہ ایک دوسرے سے ٹکراتا' ان کی مرضی کا آپس میں تصادم ہوتا' اس کے اختیارات ایک دوسرے کی مخالف سمت میں استعمال ہوتے' جس کا نتیجہ ابتری اور فساد کی صورت میں رونما ہوتا اور اب تک ایسا نہیں ہوا تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ کائنات میں صرف ایک ہی ہستی ہے جس کا ارادہ و مشیت کارفرما ہے' جو کچھ بھی ہوتا ہے' صرف اور صرف اسی کے حکم پر ہوتا ہے' اس کے دیئے ہوئے کو کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے وہ اپنی رحمت روک لے' اس کو کوئی دینے والا نہیں۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ نے فرمایا:

﴿ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِن وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَٰهٍ ۚ إِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ إِلَٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ ﴾ (المؤمنون ۲۳/ ۹۱)

"اللہ کی کوئی اولاد نہیں ہے اور نہ اس کے ساتھ کوئی معبود ہی ہے' اگر ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی پیدا کردہ چیز کو خود لے جاتا (اور اس میں اپنی مرضی سے تصرف کرتا) اور ان میں ایک' دوسرے پر چڑھ دوڑتا۔"

مطلب ان دونوں آیتوں کا یہ ہے کہ جب نظم عالم میں آج تک کوئی اختلال و فساد رونما

نہیں ہوا تو مان لینا چاہیئے کہ کائنات میں خالق و مالک اور مدبر و منتظم ایک ہی اللہ ہے' اس کا انکار بداہت اور روزِ روشن جیسی حقیقت کا انکار ہے۔

شرک کی دوسری اور عام قسم

شرک کی دوسری قسم' جو عام ہے' اللہ کی ذات میں تو نہیں' اس کی صفات میں دوسروں کو شریک کرنا ہے' جیسے عالم الغیب ہونا۔ دُور اور نزدیک سے ہر ایک کی فریاد سن لینا' ماورائے اسباب طریقے سے نفع نقصان پہنچانے پر قادر ہونا' وغیرہ۔ یہ سب اللہ کی خاص صفات ہیں' اللہ کے سوا کوئی بھی ان صفات کا حامل نہیں ہے' نہ کوئی نبی' نہ کوئی ولی' نہ کوئی اور ہی۔ اگر کوئی اللہ کے سوا کسی کو عالم الغیب سمجھتا ہے' ہر ایک کی فریاد سننے پر اور مافوق الاسباب طریقے سے نفع نقصان پہنچانے پر قادر سمجھتا ہے' تو گویا اس نے اللہ کی صفات دوسروں میں مان کر انکو اللہ کا شریک قرار دے لیا۔

اسی طرح عبادت کا حق صرف ایک اللہ کا ہے' عبادت کی تمام قسمیں اسی کے لئے ہیں' نماز پڑھنا' روزہ رکھنا' اس کے سامنے دست بستہ تعظیماً کھڑے ہونا' نذر و نیاز دینا' اس سے دعائیں کرنا' مافوق الاسباب طریقے سے اس کی گرفت سے ڈرنا اور اس سے امیدیں وابستہ کرنا وغیرہ۔ یہ سب عبادت کی قسمیں ہیں جو صرف اللہ کے لئے خاص ہیں۔ اس لئے نماز بھی صرف اللہ کے

لئے پڑھی جا سکتی ہے' نیاز بھی اسی کے نام کی دی جا سکتی ہے' تعظیم کے طور پر دست بستہ قیام بھی اسی کا حق ہے' دعائیں مانگنا اور استمداد و استغاثہ کرنا بھی اسی سے جائز ہے۔

ان میں سے کوئی کام بھی کسی اور کیلئے کیا جائے گا' تو وہ شرک ہو جائے گا اور یہ شرک توحید الوہیت میں ہو گا۔ شرک کی یہ دوسری قسم بہت عام رہی ہے۔ مشرکین عرب کا شرک بھی یہی تھا۔ ہندو' جو مورتیوں کے پجاری ہیں' انکا شرک بھی یہی ہے اور آج کل کے نام نہاد مسلمانوں کے اندر بھی اس شرک کے مظاہر عام ہیں۔ اس شرک کے مرتکب توحید ربوبیت کے قائل رہے ہیں اور ہیں۔ توحید ربوبیت کا مطلب ہے کہ اس کائنات کا خالق و مالک اور سب کا پالنہار صرف ایک اللہ ہے۔ چنانچہ قرآن میں صراحت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿ قُل لِّمَنِ ٱلْأَرْضُ وَمَن فِيهَآ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨٤﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَن رَّبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ ٱلسَّبْعِ وَرَبُّ ٱلْعَرْشِ ٱلْعَظِيمِ ﴿٨٦﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٨٧﴾ قُلْ مَنۢ بِيَدِهِۦ مَلَكُوتُ كُلِّ شَىْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ﴾

(المؤمنون ٢٣/ ٨٤۔٨٩)

"ان سے پوچھئے! زمین اور جو کچھ اس میں ہے' کس کا ہے؟ اگر تم علم رکھتے ہو؟ تو وہ جواب دیں گے۔ (یہ سب) اللہ کا ہے..... ان سے پوچھئے' ساتوں آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ تو وہ یقیناً کہیں گے' اللہ ہی ہے..... ان سے پوچھئے! کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے؟ اور وہی سب کو پناہ دیتا ہے' اس کے مقابلے میں کسی کو پناہ نہیں دی جا سکتی' تو وہ یہی کہیں گے کہ یہ سب کام اللہ ہی کے ہیں۔"

﴿ قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ ٱلسَّمْعَ وَٱلْأَبْصَٰرَ وَمَن يُخْرِجُ ٱلْحَىَّ مِنَ ٱلْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ ٱلْمَيِّتَ مِنَ ٱلْحَىِّ وَمَن يُدَبِّرُ ٱلْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ ٱللَّهُ ﴾

(یونس ۱۰/ ۳۱)

"پوچھئے! کون ہے جو تمہیں آسمان و زمین میں روزی پہنچا رہا ہے؟ یا کون ہے جو مالک ہے (تمہارے) کانوں اور آنکھوں کا؟ اور کون ہے جو نکالتا ہے زندہ کو مُردہ سے اور نکالتا ہے مُردہ کو زندہ سے؟ اور کون ہے جو تدبیر کرتا ہے سارے کاموں کی؟ تو وہ (ان سب کے جواب میں) کہیں گے' اللہ۔"

﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُ ﴾

(الزمر ۳۹/ ۳۸)

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کئے آسمان اور زمین 'تو ضرور کہیں گے 'اللہ نے۔"

قرآن کریم کی ان تصریحات سے واضح ہے کہ مشرکین عرب مانتے تھے کہ آسمان و زمین کا خالق اللہ ہے' روزی رساں اللہ ہے' کائنات کی تدبیر کرنے والا اللہ ہے' زندگی دینے اور موت سے ہمکنار کرنے والا اللہ ہے اور ہر چیز کا اختیار اسی کے پاس ہے۔ جب وہ یہ سب کچھ مانتے تھے' تو پھر وہ مشرک کیوں قرار پائے؟ اسی لئے کہ وہ صرف توحید ربوبیت کو مانتے تھے اور توحید الوہیت کے قائل نہیں تھے اور خدائی اختیارات و اوصاف میں اور اس کے حق عبادت میں دوسروں کو شریک مانتے تھے' اس لئے اللہ نے ان کو مشرک قرار دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ صرف توحید ربوبیت کو مان لینا کافی نہیں ہے' اس کے قائل تو مشرکین عرب بھی تھے۔ توحید ربوبیت کے ساتھ توحید الوہیت کا ماننا بھی ضروری ہے' جب تک توحید الوہیت کو نہیں مانا جائے گا' توحید کے تقاضے پورے نہیں ہوں گے۔ یعنی یہ تسلیم کیا جائے کہ جس طرح وہ ذات کے اعتبار سے واحد ہے' اسی طرح صفات کے اعتبار سے بھی یکتا ہے' اس کی سی صفات کسی کے اندر نہیں پائی جاتیں۔ اسی طرح عبادت کی تمام قسموں کا مستحق بھی

صرف اور صرف وہی ہے جس طرح نماز اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں پڑھی جا سکتی، روزہ اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں رکھا جا سکتا، اسی طرح نذر و نیاز بھی اللہ کے نام کے سوا کسی کے لئے نہیں دی جا سکتی کیونکہ نذر بھی عبادت ہے، دعا بھی اللہ کے سوا کسی سے نہیں مانگی جا سکتی، کیونکہ دعا بھی عبادت ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: ((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ)) طواف بھی بیت اللہ کے سوا، کسی اور جگہ کا نہیں کیا جا سکتا۔

افسوس ہے کہ آج مسلمانوں کی ایک بہت بڑی اکثریت بھی مشرکین عرب کی طرح توحید ربوبیت کی تو قائل ہے، لیکن توحید الوہیت کی منکر ہے، اسلیئے وہ مافوق الاسباب طریقے سے غیر اللہ سے بھی امیدیں وابستہ کرتی ہے، غیراللہ کے نام کی بھی نذر و نیاز دیتی ہے غیراللہ سے بھی استمداد و استغاثہ کرتی ہے۔ قبروں کا طواف کرتی ہے، بہت سے لوگ قبروں کو سجدہ تک کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ غیراللہ میں بھی اللہ والی صفات تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ شرک ہے ؎

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نو میدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟ علامہ اقبالؒ

کیا مسلمانوں کو ان کے مشرکانہ عقائد کی وجہ سے مشرک نہیں کہا جاسکتا؟ ایک مغالطے کی وضاحت

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں جو لوگ آستانوں اور قبروں پر جاکر استغاثہ و استمداد کرتے، حتیٰ کہ ان کی قبروں کو سجدے تک کرتے ہیں، انہیں مشرک نہیں کہا جا سکتا' یا انہیں مشرک نہیں کہنا چاہیئے' ان کا استدلال یہ ہے کہ قرآن نے مشرکین کی اصطلاح صرف اہل مکہ اور عرب کے دیگر مشرکین کے لئے استعمال کی ہے اور یہود و نصاریٰ کو اہل کتاب کہا ہے' حالانکہ ان کے عقیدے بھی مشرکانہ ہی تھے' لیکن ان کو قرآن مجید میں اللہ نے مشرک کے لفظ سے مخاطب نہیں فرمایا۔ یہ استدلال علمی لحاظ سے اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتا۔ کیونکہ نزول قرآن کے وقت جو فرقے تھے' وہ ویسے تو سارے ہی کافر اور مشرک تھے' اللہ تعالیٰ سب کے لئے کفار و مشرکین کے الفاظ استعمال فرما سکتا تھا اور واقعات کے اعتبار سے یہ صحیح ہوتا۔ لیکن اللہ نے ایسا نہیں کیا۔ کیوں؟ کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہود و نصاریٰ عقیدے کے لحاظ سے مشرک نہیں تھے؟ اور صرف بتوں کے پجاری عرب ہی مشرکانہ عقیدوں کے حامل تھے؟ یقیناً یہ

وجہ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ کے مشرکانہ عقیدوں کی وضاحت خود قرآن نے کی ہے۔ کیا حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ حضرت مریم کو الٰہ (معبود) ماننا مشرکانہ عقیدہ نہیں ہے؟ کیا اللہ کی بابت یہ کہنا کہ وہ "تین (خداؤں) میں سے تیسرا ہے" مشرکانہ عقیدہ نہیں ہے؟ حضرت عزیر اور حضرت مسیح کو اللہ کا بیٹا قرار دینا مشرکانہ عقیدہ نہیں ہے؟ اور کیا قرآن نے ان کے ان عقیدوں کو لفظ کفر سے تعبیر نہیں کیا ہے؟ اگر ان باتوں کا جواب اثبات میں ہے (اور یقیناً اثبات میں ہے' کیونکہ یہ سب قرآن میں مذکور ہے) تو پھر سوال یہ ہے کہ ان کے مذکورہ عقیدوں کی وجہ سے یہودونصاریٰ کو مشرک اور کافر کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟ کافر کا لفظ تو ان کے لئے صراحۃً قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے۔ گویا اصل سوال یہ رہ گیا' انہیں مشرک کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟

ہمارا جواب یہ ہے کہ مذکورہ عقیدے مشرکانہ ہیں' اس لئے ان عقیدوں کے حاملین بھی یقیناً اسی طرح مشرک ہیں' جیسے لات و عزیٰ کے پجاری مشرک تھے۔ اب یہ سوال سامنے آتا ہے کہ پھر قرآن نے ان کو صراحت کے ساتھ مشرک کیوں نہیں کہا؟ اور انہیں مشرکین عرب کے مقابلے میں اہل کتاب کے الفاظ سے کیوں مخاطب کیا؟ ہمارے ناقص فہم کے مطابق اس کی اصل وجہ تمام موجود فرقوں کا امتیاز اور تشخص تھا' اگر سب کے لئے ایک ہی لفظ "مشرک" استعمال

کیا جاتا' تو کسی بھی فرقے کا امتیاز باقی نہ رہتا' جب کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ان کے امتیاز کو باقی رکھنا تھا۔ یہود و نصاریٰ کا امتیاز یہ تھا کہ وہ اللہ اور رسولوں کے ماننے والے تھے' انہیں آسمانی کتابوں سے بھی نوازا گیا تھا' لیکن اس کے باوجود وہ عمل و اعتقاد کی خرابیوں میں مبتلا ہو گئے۔ انہیں بار بار اہل کتاب کے لفظ سے خطاب کرنے میں یہی حکمت تھی کہ انہیں ان کے جرم اور معصیت و طغیان کی شناعت و قباحت کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کر کے دکھلایا جاتا اور وہ اسی طرح ہو سکتا تھا کہ انہیں یاد دلایا جاتا کہ تم لوگوں نے اہل کتاب ہونے کے باوجود یہ یہ کیا اور اس اس قسم کے عقیدے گھڑ لئے' جو صریحاً کفر ہیں۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ان کے اندر شرک نہیں پایا جاتا تھا اور اس اعتبار سے وہ مشرک نہیں تھے۔ یقیناً جس طرح وہ کافر تھے' مشرک بھی تھے۔ انہیں اہل کتاب صرف عربوں سے ممتاز کرنے کے لئے کہا گیا' جیسے عربوں کو قرآن نے اُمی بھی کہا' کیونکہ ان کی اکثریت ان پڑھ تھی' جب کہ اہل کتاب میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ قائم تھا' اس لئے انہیں اُمی نہیں کہا گیا۔ اس کی وجہ اس معاملے میں دونوں کا اپنا اپنا امتیاز تھا' عرب بالعموم ان پڑھ تھے اور اہل کتاب کی اکثریت پڑھی لکھی۔ اس لئے ایک کو اہل کتاب اور دوسرے کو اُمی کہا گیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ عربوں میں کوئی بھی پڑھا لکھا نہ تھا یا اہل

کتاب میں کوئی ان پڑھ نہ تھا' یہ عمومی اعتبار سے ان کا ایک تشخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے ایک حکمت و مصلحت کے تحت باقی رکھا۔ اس سے قطعاً یہ مفہوم اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ اہل کتاب کو مشرک نہیں کہا جا سکتا۔ اسکو ایک اور مثال سے یوں سمجھا جا سکتا ہے۔ قرآن میں ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَٱلَّذِينَ هَادُواْ وَٱلصَّٰبِـِٔينَ وَٱلنَّصَٰرَىٰ وَٱلْمَجُوسَ وَٱلَّذِينَ أَشْرَكُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ﴾ (الحج ۲۲/ ۱۷)

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور صابئین اور نصاریٰ اور مجوس اور وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا' اللہ قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔"

یہاں اللہ تعالیٰ نے ان تمام گروہوں کا الگ الگ نام لیا' جو نزول قرآن کے وقت عرب یا اس کے قرب و جوار میں تھے اور امتیازی ناموں سے معروف تھے' ان میں اہل ایمان اور یہود و نصاریٰ کے علاوہ صابئین اور مجوس کا نام بھی ہے' صابئین' فرشتوں اور ستاروں کے پجاری تھے۔ مجوس' سورج پرست اور آتش پرست تھے' بلکہ مجوس دو خالق مانتے تھے' ایک نور اور خیر کا خالق اور دوسرا ظلمت اور شر کا خالق اور یہ دنیا کا واحد فرقہ ہے جو ذات کے اعتبار سے تعدد الٰہ کا قائل ہے۔ ورنہ دیگر تمام مشرکین ذات کے اعتبار سے ایک ہی الٰہ کے قائل رہے ہیں'

وہ صرف صفات کے اعتبار سے دوسروں کو خدائی اختیارات کا حامل سمجھتے تھے، جیسے آج کل کے قبرپرست ہیں۔ گویا دنیا میں اصل اور سب سے بڑے مشرک مجوس تھے اور ہیں، لیکن قرآن نے ان کا ذکر مشرکوں کے ساتھ نہیں کیا، بلکہ ان کے امتیازی نام سے ان کا ذکر کیا، صابئین کا بھی ان کے امتیازی نام سے ذکر کیا اور ان سب کا نام لینے کے بعد فرمایا، ((وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا)) "اور وہ لوگ جنہوں نے شرک کیا" یعنی بتوں کے پجاریوں کو الگ مشرکین کے لفظ سے یاد کیا، جب کہ صابئین بھی ستارہ پرست اور مجوس بھی سورج پرست و آتش پرست تھے اور اس اعتبار سے یقیناً یہ بھی پکے مشرک تھے، لیکن اس کے باوجود قرآن نے ان کا ذکر مشرکین سے الگ کیا۔ کیا اس سے یہ استدلال صحیح ہو گا کہ صابئین اور مجوس مشرک نہیں ہیں یا انہیں مشرک نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ قرآن نے ان کے لئے مشرکین کی اصطلاح استعمال نہیں کی؟

اگر صابئین اور مجوس اپنے عقیدوں کے اعتبار سے مشرک ہیں اور انہیں مشرک کہا جا سکتا ہے، حالانکہ قرآن نے انہیں مشرک نہیں کہا، بلکہ مشرکین سے الگ ان کا ذکر کیا ہے۔ تو یقیناً یہود و نصاریٰ کو بھی ان کے عقیدوں کی بنا پر مشرک کہا جا سکتا ہے، گو قرآن نے ان کا ذکر مشرکین سے الگ کیا ہے۔ کیونکہ امتیاز کے لئے الگ الگ نام لینا ضروری تھا۔ اسی طرح جو نام

نہاد مسلمان مشرکانہ عقائد و اعمال میں مبتلا ہیں، وہ مسلمانوں میں شمار ہونے کے باوجود، مشرک کیوں نہیں ہو سکتے؟ یا انہیں مشرک کیوں نہیں کہا جا سکتا؟

یہ ساری گفتگو ہم نے یہ تسلیم کرتے ہوئے کی ہے کہ قرآن نے یہود و نصاریٰ کو مشرک نہیں کہا ہے۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ دعویٰ بھی مکمل طور پر صحیح نہیں ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ صراحتاً انہیں مشرک نہیں کہا گیا، لیکن قرآن نے ان کے مشرک ہونے کی طرف واضح اشارہ ضرور کیا ہے، دیکھئے قرآن نے کہا:

﴿ لَقَدْ كَفَرَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓا۟ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْمَسِيحُ ٱبْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ ٱلْمَسِيحُ يَٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ رَبِّى وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٧٢﴾ ﴾ (المائدة: ٥/ ٧٢)

"یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا، جنہوں نے کہا کہ اللہ، وہی مسیح بن مریم ہے۔ اور مسیح نے کہا، اے بنو اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو، جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ بلاشبہ جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے، تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں (مشرکوں) کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔"

قرآن کریم کی اس آیت کا سیاق واضح کر رہا ہے کہ مسیحیوں کا عقیدۂ ابنیت مسیح جیسے کفر ہے، وہ شرک بھی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ کفر کے لئے صریح لفظ استعمال کیا گیا ہے، جب کہ شرک کے لئے تعریض و کنایہ کا انداز اپنایا گیا ہے۔ اگر ابنیت مسیح کا عقیدہ شرک نہ ہوتا یا کم از کم یہ کہا جائے کہ قرآن نے اسے شرک سے تعبیر نہیں کیا ہے، تو یہاں ﴿ من یشرک باللّٰہ ﴾ کہنے کا کوئی مطلب ہی نہیں رہتا۔ یہ عقیدہ شرک ہے، تب ہی تو اللہ نے اس عقیدے کو کفر سے تعبیر کر کے شرک کی سزا بیان فرمائی ہے، ورنہ یہ کہا جاتا، ﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ --- وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ ﴾ کی جگہ ﴿ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ ﴾ کہہ کر واضح کر دیا گیا کہ کسی کا امتیازی نام کچھ بھی ہو، لیکن اگر اس کے عقیدہ و عمل میں شرک کی آمیزش پائی جائے، تو اس کے عقیدے کو شرک اور خود اس کو مشرک کہا جا سکتا ہے، اسی لئے قرآن نے یہاں ان کو ظالم سے بھی تعبیر کیا ہے جو یہاں یقیناً مشرک ہی کے معنی میں ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کی دوسری آیت ہے:

﴿ اتَّخَذُوٓا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوٓا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٣١﴾ ﴾ (التوبۃ ۹ / ۳۱)

"ان یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور درویشوں کو' اللہ کے سوا' رب بنا لیا اور مسیح بن مریم کو بھی' حالانکہ انہیں حکم تو یہ دیا گیا تھا کہ وہ صرف ایک اِلٰہ کی عبادت کریں' جس کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں' وہ پاک ہے ان چیزوں سے جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔"

یہاں بھی قرآن کے سیاق سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ کا اپنے علماء کو رب بنا لینا اور (عیسائیوں کا) مسیح بن مریم کو رب بنا لینا شرک ہے' اس شرک سے اللہ تعالیٰ پاک ہے اور جب ان کا یہ عقیدہ شرک ہے جس سے اللہ تعالیٰ براءت کا اظہار فرما رہا ہے' تو یہود و نصاریٰ یقیناً مشرک ہوئے۔ اس لئے جب بھی ان کے فسادِ عقیدہ کی بات ہو گی' تو ان کے فاسد عقیدے کو شرک اور خود ان کو مشرک کہا جائے گا' گو اصطلاح یا امتیاز کے طور پر انہیں بالعموم اہل کتاب ہی کے الفاظ سے موسوم کیا جائے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے' جیسے بدکاری کے مرتکب کو زانی' چوری کرنے والے کو چور' ڈاکہ مارنے والے کو ڈاکو کہا جاتا ہے اور کہا جائے گا' چاہے وہ کوئی بھی ہو' دنیا کے کسی بھی مذہب سے اس کا تعلق ہو۔ اسی طرح جو بھی مشرکانہ عقیدہ و عمل کا حامل اور مرتکب ہو گا' اس کے عقیدہ و عمل کو شرک اور خود اسے مشرک کہا جائے گا' چاہے وہ کوئی بھی ہو اور کسی بھی مذہب سے اس کا تعلق ہو۔

باقی رہا مسئلہ کہ جہالت یا نا سمجھی کی وجہ سے اسے کچھ رعایت مل سکتی ہے یا نہیں؟ اس کی بابت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے' یہ اس کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے' جس کا فیصلہ وہ روز قیامت ہی فرمائے گا۔ علماء کی ذمے داری بلاغ مبین (کھول کر بیان کر دینا) ہے اور اس بلاغ مبین میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جو عقیدہ یا عمل جیسا ہے' قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں' اس پر تاویلات کا پردہ ڈالیں اور نہ مصلحت کا نقاب۔ وہ حلال ہے یا حرام' سنت ہے یا بدعت' شرک ہے یا توحید؟ ہر عمل کی وضاحت علماء کا منصبی فریضہ ہے' تاکہ لوگ حلال کو اختیار کریں' حرام سے بچیں' سُنّت پر عمل کریں' بدعت سے گریز کریں اور شرک سے بچیں اور توحید کا راستہ اپنائیں۔

کیا امت مسلمہ شرک کا ارتکاب نہیں کرے گی؟
ایک اور مغالطے کی وضاحت

ایک اور بات یہ کہی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "مجھے تم سے یہ اندیشہ نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرو گے' البتہ یہ اندیشہ ضرور ہے کہ تم دنیا میں' ایک دوسرے کے مقابلے پر' رغبت کرو گے۔"

جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد میری امت کے شرک میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہیں' تو اس کا مطلب ہے کہ مسلمان مشرکانہ عقائد و اعمال میں مبتلا ہی نہیں ہوں گے' پھر انہیں مشرک کیوں کر کہا جا سکتا ہے؟

جہاں تک اس فرمانِ رسول کا تعلق ہے' بلاشبہ صحیح ہے۔ اس حدیث کی صحت میں کوئی شک نہیں۔ لیکن اس حدیث کا مطلب یہ قطعاً ہرگز نہیں ہے کہ امت محمدیہ کا کوئی فرد بھی کبھی شرک کا ارتکاب نہیں کرے گا کیونکہ دوسری متعدد احادیث میں آپ نے اپنی امت کے افراد

کے بھی شرک میں ملوث ہونے کی پیش گوئی فرمائی ہے' سند کے لحاظ سے یہ روایات بھی صحیح ہیں۔ اب یا تو ان دونوں صحیح روایات میں تعارض تسلیم کیا جائے؟ یا پھر ان کا مطلب ایسا لیا جائے کہ ان کے مابین تعارض نظر نہ آئے۔ ہمارے نزدیک یہ دوسرا نقطۂ نظر ہی صحیح ہے' کیونکہ دو صحیح حدیثوں میں حقیقی تعارض ہو ہی نہیں سکتا' جو ظاہری تعارض نظر آتا ہے' وہ اپنی ہی کم فہمی کا نتیجہ ہوتا ہے' حقیقت میں تعارض نہیں ہوتا اور محدثین ان میں ایسی تطبیق دے لیتے ہیں کہ دونوں روایات اپنے اپنے محل میں ٹھیک بیٹھ جاتی ہیں۔

اول الذکر حدیث کی بابت بھی محدثین نے وضاحت فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان صحابۂ کرام کے متعلق ہے' یہ آپ نے اپنی ساری امت کی بابت نہیں' بلکہ صرف صحابہ کی بابت فرمایا ہے۔ کہ مجھے ان سے شرک کا اندیشہ نہیں۔ ضمیر خطاب میں خطاب صحابہ سے ہے' ساری امت سے نہیں۔ اور اگر اسے ساری امت سے متعلق مانا جائے تو مطلب ہوگا کہ ساری امت شرک میں مبتلا نہیں ہوگی' بلکہ اگر کچھ لوگ شرک کریں گے' تو ایک گروہ ضرور توحید پر قائم رہے گا اور اس کی طرف دعوت دے گا۔ چنانچہ اہل توحید و اہل سُنّت کا ایک گروہ ایسا چلا آ رہا ہے اور اب بھی ہے کہ وہ مشرکانہ عقائد و اعمال سے پاک اور توحید و سنت پر قائم ہے۔

مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب مدد مانگنے کا مطلب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ»(صحيح الجامع ٢/ ١٣١٧ ، رقم: ٧٩٥٧ بحواله ترمذي)

"جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ۔"

یعنی انسان کو جب ایسی کسی چیز کی حاجت ہو جو ظاہری اسباب سے پوری ہونے والی نہ ہو یا اس کی دسترس میں نہ ہو تو انسان وہ چیز صرف اللہ سے مانگے' اسی سے دعاء و التجا کرے۔ اس لئے کہ مافوق الاسباب طریقے سے دعاؤں کا سننے والا اور اسباب کے بغیر کسی کی حاجت پوری کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے' اس کے سوا کسی کے اندر یہ قوت و طاقت نہیں ہے۔ اسباب کے ماتحت تو انسان ایک دوسرے کی مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں' اس لئے اسباب کی حد تک ان سے سوال کرنا بھی جائز ہے جیسے کسی زندہ انسان سے ایک شخص کوئی چیز مانگے' تو وہ

سننے پر بھی اور اس کی حاجت پوری کرنے پر بھی قادر ہے' اور اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہے کہ نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ ﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ﴾ (المائدہ:۲) یہی مدد انبیاء علیہم السلام نے بھی اللہ کے بندوں سے مانگی' جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ مَنْ اَنْصَارِيْ اِلَى اللّٰهِ ﴾ "اللہ کی طرف لوگوں کو بلانے میں کون میری مدد کرنے والا ہے؟" حواریوں نے کہا' ﴿ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ﴾ (آل عمران:۵۲) "ہم اللہ کے مددگار ہیں" (یعنی اللہ کی طرف بلانے میں آپ کی مدد کرنے والے ہیں) نبی کریم ﷺ کی بابت بھی آتا ہے کہ دس سالہ مکی دور میں جب کہ تبلیغ اسلام میں قدم قدم پر رکاوٹیں اور مخالفتیں تھیں' حج کے موسم میں آپ مختلف قبائل عرب پر اسلام پیش فرماتے اور ان سے اپنی قوم قریش سے بچاؤ کے لئے مدد بھی طلب فرماتے اور یہ استدعاء کرتے کہ کوئی ایسا ہے جو مجھے پناہ دے اور میری مدد کرے تاکہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں؟ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ بیان فرماتے ہیں:

«مَكَثَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَشْرَ سِنِيْنَ يَتَّبِعُ النَّاسَ فِيْ مَنَازِلِهِمْ بِعُكَاظِ وَمَجَنَّةَ فِي الْمَوَاسِمِ بِمِنًى يَقُوْلُ مَنْ يُؤْوِيْنِيْ، مَنْ يَنْصُرُنِيْ حَتّٰى أُبَلِّغَ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَلَهُ الْجَنَّةُ»(الفتح الرباني ۲۰/ ۹٦۹)

"رسول اللہ ﷺ مکے کے دس سالہ دور قیام میں موسم حج میں، بمقام منیٰ لوگوں کی قیام گاہوں، عکاظ اور مجنہ میں لوگوں کے پیچھے جاتے اور فرماتے، کون ہے جو مجھے جگہ (پناہ) دے، کون ہے جو میری مدد کرے؟ تاکہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچا سکوں، اس کے بدلے اس کے لئے جنت ہے۔"

ایک موقعے پر رسول اللہ ﷺ اسی طرح فرما رہے تھے، کون ہے جو مجھے اپنی قوم کے پاس لے جائے، کیونکہ قریش مجھے اس بات سے روکتے ہیں کہ میں اپنے رب کا پیغام پہنچاؤں۔ تو ہمدان قبیلے کا ایک شخص آپ کے پاس آیا، آپ نے اس سے پوچھا، ((هل عند قومک من منعة)) کیا تیری قوم کے اندر حفاظت و نگرانی کرنے والے لوگ ہیں؟ (حوالہ مذکور) بیعت عقبہ ثانیہ، جس میں ۷۲ آدمیوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی، اس بیعت میں دیگر باتوں کے ساتھ ایک عہد یہ تھا:

«وَعَلَى أَنْ تَنْصُرُوْنِيْ فَتَمْنَعُوْنِيْ إِذَا قَدِمْتُ عَلَيْكُمْ مَا تَمْنَعُوْنَ مِنْهُ اَنْفُسَكُمْ وَاَزْوَاجَكُمْ وَاَبْنَآءَ كُمْ»(الفتح الرباني ۲۰/ ۲۷۰)

"اور یہ کہ جب تمہارے پاس آؤں گا تم میری مدد کرو گے اور میری طرف سے اسی

طرح مدافعت کرو گے' جیسے تم اپنی جانوں' اپنی بیویوں اور اپنے بیٹوں کی طرف سے مدافعت کرتے ہو"

اس تفصیل سے مقصد اس پہلو کی وضاحت کرنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سمیت تمام انسان ظاہری اسباب کی حد تک ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور ایک دوسرے کے تعاون کے بغیر زندگی گزار ہی نہیں سکتے۔ اس لئے اسباب کے ماتحت ایک دوسرے سے سوال کرنا' ایک دوسرے سے مدد مانگنا اور چیز ہے اور ماورائے اسباب طریقے سے سوال کرنا اور مدد مانگنا اور چیز ہے۔

پہلی صورت نہ صرف جائز ہے بلکہ ناگزیر ہے' جب کہ دوسری صورت صرف اللہ کے ساتھ خاص ہے' کیونکہ کوئی انسان بھی ماورائے اسباب طریقے سے نہ کسی کی بات سن سکتا ہے نہ مدد کر سکتا ہے۔ یہ صفات صرف اللہ کے اندر ہیں' اللہ کے سوا کوئی ان صفات کا حامل نہیں' حدیث مذکور الصدر میں پہلی صورت کا نہیں' بلکہ دوسری صورت کا ذکر ہے۔ یعنی ماورائے اسباب طریق سے سوال کرنا ہو تو صرف اللہ سے کرو' مدد مانگنی ہو تو صرف اللہ سے مانگو' کیونکہ دور اور نزدیک سے ہر ایک کی فریاد وہی سن سکتا ہے اور وہی ہر ایک کی مدد کر سکتا ہے' فوت شدہ افراد کسی کی فریاد سن سکتے ہیں نہ مدد کر سکتے ہیں۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا مطلب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ»(سنن ترمذي، الدعوات، باب ماجاء أن دعوة المسلم مستجابة)

"سب سے بہترین ذکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔"

یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ 'کلمہ توحید ہے' اس میں توحید الوہیت کا اقرار ہے' جس کا انکار ہر دور کے مشرکین کا شیوہ رہا ہے۔ مشرکین یہ تو مانتے آئے ہیں اور مشرکین مکہ بھی مانتے تھے کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا' سب کو روزی عطا کرنے والا ہے۔ کائنات کی تنظیم و تدبیر کرنے والا وہی رب ہے جو آسمانوں میں ہے۔ اسے توحید ربوبیت کہتے ہیں' اس توحید ربوبیت کو سب تسلیم کرتے ہیں' لیکن توحید الوہیت سے وہ انکار کرتے تھے' حالانکہ توحید الوہیت' توحید ربوبیت کا لازمی اور منطقی نتیجہ ہے' جب آسمان و زمین کا خالق'

مالک، سب کا رازق اور کائنات کا مدبر صرف ایک اللہ ہے، اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے، تو پھر عبادت کا مستحق بھی صرف وہی ایک ہے، اس میں دوسرے کی شرکت کو اللہ تعالیٰ کیونکر برداشت کر سکتا ہے؟ لیکن مشرکین توحید الوہیت کو نہیں مانتے۔ وہ اللہ کی عبادت کے ساتھ دوسروں کی بھی عبادت کرتے ہیں۔

عبادت کے معنی ہیں، کسی صاحب قدرت ہستی کے سامنے انتہائی تذلل اور عاجزی کا اظہار کرنا۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں، اس کی بارگاہ اقدس میں سربہ سجود ہونا، اس کے سامنے تعظیماً کھڑا ہونا، اس کے لئے رکوع کرنا، اس کے لئے طواف کرنا، اس کے نام کی نذر و نیاز دینا، اس کی خوشنودی کے لئے جانور ذبح کرنا، اس سے مافوق الاسباب طریقے سے امیدیں وابستہ کرنا اور ڈرنا، اس کے لئے نماز پڑھنا، روزے رکھنا، اس سے دعائیں اور التجائیں کرنا۔ یہ سب عبادت کی قسمیں ہیں اور کلمہ توحید کے اقرار کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں سے کوئی کام بھی اللہ کے سوا کسی کے لئے نہ کیا جائے، ورنہ عبادت میں شرک لازم آئے گا۔

بدقسمتی سے بہت سے پیدائشی مسلمان، جنہیں دین کا صحیح شعور اور توحید کے حقیقی مفہوم کا علم نہیں، وہ صرف سجدہ کرنے کو شرک سمجھتے ہیں، اس لئے وہ غیر اللہ کو سجدہ تو نہیں کرتے

(اور بعض جاہل تو سجدہ بھی کر لیتے ہیں) لیکن دوسرے سارے کام وہ غیراللہ کے لئے کر لیتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ ہم تو مسلمان ہیں ہم مشرک کس طرح ہو سکتے ہیں؟ چنانچہ وہ غیراللہ کے نام کی نذر نیازیں بھی دیتے ہیں' بزرگوں کی خوشنودی کے لئے جانور بھی ذبح کرتے ہیں اور دیگیں بھی تقسیم کرتے ہیں' ان کی قبروں کے طواف بھی کرتے ہیں' عاجزی و ذلت کے اظہار کے لئے ان کی قبروں پر تعظیماً صف بستہ کھڑے بھی ہوتے ہیں۔ ان سے دعائیں اور التجائیں بھی کرتے ہیں' ان سے امیدیں بھی وابستہ کرتے اور ڈرتے بھی ہیں' قبروں میں مدفون بزرگوں کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر انہیں مدد کے لئے پکارتے بھی ہیں' انہیں نافع' ضار اور عالم الغیب بھی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب کام عبادات ہیں اور یہ نام نہاد مسلمان انہیں غیراللہ کے لئے بجالا کر شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منھا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ' زبان سے تو پڑھتا ہے لیکن اس کے مفہوم سے قطعاً نا آشنا ہے' اس لئے وہ مشرکین مکہ کی طرح توحید ربوبیت کو تو تسلیم کرتا ہے' لیکن توحید الوہیت کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو توحید ربوبیت کے ماننے کے باوجود انہیں مشرک قرار دیا۔ کیوں؟ صرف اسی لئے کہ وہ توحید الوہیت کو ماننے کے

لئے تیار نہیں ہوئے۔ بنابریں توحید الوہیت کو ماننا نہایت ضروری ہے جو کلمہ توحید لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ میں بیان کی گئی ہے۔ اس کے بغیر توحید ربوبیت پر اعتقاد کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ صرف اس سے توحید کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔

اس کلمہ توحید کی یہی اہمیت ہے جس کی وجہ سے اسے سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر قرار دیا گیا ہے۔ اس کی مثل کوئی اور کلمہ نہیں، یہی کفر و اسلام اور شرک و توحید کے درمیان فرق کرنے والا ہے، یہی کلمہ انسانوں کو اللہ سے جوڑنے والا اور غیروں سے توڑنے والا ہے۔ یہی انسان کے نفس کا سب سے بہتر تزکیہ کرنے والا اور اس کے باطن کی صفائی کرنے والا ہے اور یہی سب سے زیادہ خبث نفس سے پاک کرنے والا اور دل کو شیطان کی آماجگاہ بننے سے بچانے والا ہے۔ کاش مسلمان اس کلمہ توحید و اخلاص کی حقیقت و اہمیت کو سمجھ سکیں اور اپنے عقیدہ و عمل کو اس کے مطابق کر سکیں۔





دارالسّلام

اسلامی کتابوں کی نشر واشاعت کا ایک عالمی ادارہ ہے' اس کا امتیاز یہ ہے کہ حسن طباعت کے بین الاقوامی معیار کے ساتھ خالص قرآن وحدیث پر مبنی کتابیں شائع کرنا اس کا مقصد وحید ہے۔

آج کل مسلمانوں میں عقیدہ وعمل کی خرابیاں عام ہیں' جو اِن کی ذلت واِدبار کی سب سے بڑی وجہ بھی ہے' چنانچہ اسی کے پیش نظر دارالسلام نے اصلاح عقائد واعمال کے ایک سلسلے کا آغاز کیا ہے۔ یہ مختلف موضوعات پر مبنی سلسلہ مختصر کتابچوں کی شکل میں ہوگا اور ان میں وہ خالص اور بے آمیز اسلام پیش ہوگا جو قرآن مجید اور صرف صحیح احادیث میں محفوظ ہے اس لئے کہ مسلمان جب تک ہدایت کے اس سرچشمہ صافی سے فیض یاب ہوکر اپنے عقائد اور اعمال کی اصلاح نہ کریں گے' وہ عزت وشرف اور عظمت رفتہ کے حصول میں کامیاب نہیں ہوں گے۔





دارالسّلام
پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
الرياض ھیوسٹن لاھور